بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کا اپنے پیارے بندوں سے سلوک اور اُنکے مخالفین کا رویہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیماری اور غیر مبائعین کے اعتراضات

آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا سے صریح غلط استدلال کا واضح جواب

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد ۔ بشارت تُو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد ۔ بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
(حضرت مسیح موعودؑ)

انبیاء و خلفاء کا مشن

اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کا مقصد اپنی صفات کا اظہار قرار دیا ہے۔ اِس مقصد کے پورا کرنے کے لئے اُس نے سلسلۂ نبوت کو قائم فرمایا ہے۔ جملہ انبیاء ایک ہی پیغام لے کر آتے رہے کہ سب انسان خدائے واحد کی عبادت کریں۔ شرک اور غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب اختیار کریں۔ فرمایا:۔ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اعبدوا اللہ و اجتنبوا الطاغوت (النحل ع۵) ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا جس کا پیغام یہ ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور شرک اور بُت پرستی سے اجتناب کرو۔

انبیاء علیہم السلام انسان ہوتے ہیں اُن کی رسالت کے ساتھ ساتھ اُنکی بشریت

اور اس کے عوارض بھی اُن کے شاملِ حال ہوتے ہیں۔ وہ پیدا ہوتے اور اپنا فریضہ ادا کرنے کے بعد اس جہان سے رحلت کر جاتے ہیں مگر اُن کا مشن اُن کے بعد کے زمانوں کے لئے بھی ہوتا ہے۔ وہ اپنی محدود جسمانی زندگی میں ظاہری طور پر اپنے مقصد کو پورے طور پر انجام نہیں دینے پاتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے یہ انتظام فرمایا ہے کہ انبیاء کے بعد سلسلۂ خلافت جاری ہوتا ہے۔ نبی کی وفات کے بعد اس کی جماعت کے افراد بحیثیت مجموعی اور منتخب خلیفے بحیثیت انفرادی پورے طور پر اس امانت کے حامل ہوتے ہیں جو نبی کے بعد ان کے سپرد ہوتی ہے۔ اور وہ امانت توحید کا قیام اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننا ہے۔ اسی مقصد کی تکمیل کے لئے آسمانی نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔ عقلی دلائل اور براہین پیش کئے جاتے ہیں اور نیک و پاک نمونہ دکھایا جاتا ہے۔ نوعِ انسان ایک باغ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس باغ کا مالک ہے۔ انبیاء اس باغ کے باغبان ہوتے ہیں۔ جو انسان نبیوں کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں وہ رُوحانی باغ کے چیدہ پودے بن جاتے ہیں۔ نبی اپنی قوتِ قدسیہ اور اپنے پاک نمونہ سے اپنے اتباع کی تربیت اور تزکیہ نفوس کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے عشق کا زندہ جاوید شعلہ ہوتا ہے جس سے مومنوں کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کی چنگاری شعلہ زن ہو جاتی ہے۔ ان رُوحانی پودوں کو پھلدار بننے تک مختلف مراحل میں سے گزرنا پڑتا ہے اور اس چنگاری کو عشق کی بھٹی بننے کے لئے کئی دَور عبور کرنے پڑتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا نبیوں اور اُن کی جماعتوں سے سلوک

اللہ تعالیٰ کے نزدیک باغِ رُوحانیت کے یہ

شاداب پودے اور ان کے باغبان بہت پیارے ہوتے ہیں۔ وہ ان پر اپنی خوشنودی کی چادر پھیلاتا ہے اور ان سے محبت کا خاص سلوک کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے رتبہ اور مقام کے لحاظ سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے تا دنیا کو معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور ان کی مخالفت اور تباہی کی کوششیں خدا کی ناراضگی کا موجب ہیں۔ اس پہلو کو ظاہر کرنے کے لئے نبی اپنے مخالفین کو للکار کر کہتا ہے ؎

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر ؎ از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم

سلسلۂ نبوت کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہمیشہ سے ہر زمانہ اور ہر ملک میں نبیوں کے دشمن اُن کے اور ان کی جماعتوں کے مقابلہ میں ناکام و نامراد ہوتے رہے۔ نبی اور اس کے متبعین غالب آئے اور اُن کے معاند مغلوب ہوئے۔ یہ ایک ایسی تاریخی صداقت ہے جسے کسی زمانہ میں بھی جھٹلایا نہیں جا سکا۔

اللہ تعالیٰ کا نبیوں اور اُن کی جماعتوں سے یہ سلوک ایک ایسا درخشندہ برہان ہے، ایک ایسی روشن دلیل ہے جس کو کوئی انصاف پسند انسان رد نہیں کر سکتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا نبیوں کی تائید میں خدا تعالیٰ کا زبردست ہاتھ کام کر رہا ہے۔ زمین و آسمان میں تغیرات کئے جاتے ہیں۔ ہزاروں اَن ہونی باتوں کو ممکن الوقوع بنایا جاتا ہے اور یوں دکھائی دیتا ہے کہ نبیوں کے کمزور ساتھیوں میں غیر معمولی قوت پیدا کر دی گئی ہے۔ یہ بے سروسامان ہوتے ہوئے بھی مسلح دشمنوں پر غالب آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے قول و عمل میں ایسی برکت بخشتا ہے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ دلوں کی زمین اُن کے لئے فتح

ہوتی جاتی ہے اور خدائی نصرت ہر لحظہ اُن کے شاملِ حال رہتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا یہ غیر معمولی سلوک ہر کھلی آنکھ دیکھتی ہے۔ ہر محسوس کرنے والا دل محسوس کرتا ہے۔ زبانیں بے ساختہ پکار اٹھتی ہیں سے

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولےٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

سلوک کا دوسرا پہلو

اللہ تعالیٰ کے مقبول اور ان کے پیروؤں سے سلوک کا ایک یہ پہلو ہے جو دشمنوں کے مقابلہ میں ہے اور اٹل اور دائمی ہے جس میں کبھی تخلف نہیں ہوتا۔ ایسا نوشتہ ہے جو کبھی بدل نہیں سکتا۔ مگر سلوک کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا دوست ہوتا ہے اور وہ اُس کے دوست ہوتے ہیں اور دوستی کا تقاضا ہے کہ ہر دوست دوسرے کی بات بھی کبھی مانے اور کبھی ایک دوسرے کی خاطر اپنی مرضی کو بھی چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں سے جن میں انبیاء و خلفاء و اولیاء اور سب صلحاء شامل ہیں دوستوں کا سا سلوک کرتا ہے۔ جہاں تک دشمنوں کے مقابلہ کا سوال ہے وہ اپنے پیارے بندوں کو ضرور غلبہ دیتا ہے اور اُن کی تائید میں نمایاں نشانات ظاہر کرتا ہے اور کبھی کبھی عام قانونِ قدرت کو اُن کی خاطر تبدیل بھی کر دیتا ہے۔ مگر جہاں دوستی کا دوسرا پہلو ہے۔ وہ اپنے پیارے بندوں سے اپنی مرضی بھی منواتا ہے اور انہیں ابتلاؤں کی بھٹی میں ڈال کر صبر و برداشت کر رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ پھر وہ نیک بندے بھی ایسے عاشق ہوتے

اور اُس کی تقدیر پر خوش و خرم رہتے ہیں۔ صبر اور شکر کے اعلیٰ اخلاق کے ذریعہ اپنی محبت اور اپنے عشق کو اور بھی استوار کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس دوہرے مضمون کو کس لطیف انداز میں بیان فرمایا جب اس نے ایک طرف دُعا کرنے کا حکم دیا اور اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ دُعائیں سُنتا ہے اور دوسری طرف فرمایا کہ

ولنبلونّکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقصٍ من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین۔

(بقرہ : ۱۵۵)

یعنی اے ہمارے عاشقو! ہم تمہاری استعدادوں کو کمال تک پہنچانے کے لئے تمہیں مختلف ابتلاؤں میں ضرور ڈالیں گے۔ کچھ خوف تم پر لائیں گے کبھی تمہیں بھوک کے ذریعہ آزمائیں گے اور پھر کبھی مالوں جانوں اور اولاد کے ضیاع اور مساعی کی ناکامی کے ذریعہ تمہارا امتحان لیں گے۔ ہاں ان تمام مواقع پر صبر کرنے والوں کے لئے بشارت دی جائیگی۔

ابتلاؤں کے تین بنیادی فائدے

اللہ تعالیٰ کا اپنے پیارے بندوں سے یہ سلوک نادانوں کی نظر میں قابلِ اعتراض ہو تو ہو مگر عشق و محبت کی چاشنی رکھنے والے تو اس سے مزا لیتے ہیں۔ یہ سلوک اور پھر اس کے باوجود اہلِ ایمان کا والہانہ ایثار اور ابرو کو فراخت حساب و دل پر گہرا اثر کرتی ہے۔ کیسا شاندار ...

بیگانے بھی حیران و ششدر ہوتے ہیں۔ مگر الٰہی محبت کی چنگاری کو زیادہ روشن کرنے کے لئے ان پر ابتلاؤں کے پہاڑ بھی گرا دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طریق عمل میں بہت عظیم حکمتیں ہیں۔ ایک تو ان آفات اور بلاؤں سے مومنوں کے بلند اخلاق صبر، عفو، استقامت وغیرہ دنیا کے سامنے امتحان کی کسوٹی پر پرکھے جاتے ہیں اور ان کی روحانی قوتیں اپنے کمال کو پہنچتی ہیں۔ دوسرے ان کی عاجزی اور کمزوری کے ظاہر ہونے سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسی کے صاحب اقتدار ہونے کا ناقابلِ انکار اعلان ہو جاتا ہے۔ پھر ایک تیسرا فائدہ ان ابتلاؤں کا یہ بھی ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان کے لئے بلند درجات کا حق پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ خاص تکالیف سے انہیں غیر معمولی روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ پر غور کرنے سے ابتلاؤں کے یہ تین بنیادی فائدے معلوم ہوتے ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے۔

ابتلاؤں کے بعد نصرت الٰہی

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی اس سنت مستمرہ سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ابتلاؤں کے بعد نصرت آئیگی۔ فرمایا:۔

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یأتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستهم البأساء والضراء وزلزلوا حتى یقول الرسول والذین آمنوا معه متى نصر الله الا ان نصر الله قریب.

(بقرہ : ۲۱۴)

یعنی کیا تم نے گمان کر لیا کہ تم یونہی منہ سے دعویٰ ایمان کر کے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ہماری محبت کو پا لوگے۔ حالانکہ ہنوز تم پر وہ حالات نہیں گزرے جو تم سے پہلے لوگوں پر گزرتے رہے ہیں۔ انہیں سختیوں اور تنگیوں سے پالا پڑا وہ بیماریوں اور دکھوں سے آزمائے گئے۔ ان پر زلزلے آتے رہے۔ یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ والے مومن پکار اٹھے کہ خدا کی نصرت کب آئیگی؟ تب فرمایا کہ خبردار! اللہ تعالیٰ کی نصرت بالکل دروازے پر ہے۔"

یہ الٰہی نصرت ابتلاؤں کے دور کے بعد آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو خطاب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولیگا اور ہر طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعویٰ بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کریگا اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائیگی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو آخر تک صبر کرینگے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان سے

سخت کراہت کے ساتھ پیش آئیں گی وہ آخر فتحیاب ہو جائیں گے اور برکتوں کے دروازے اُن پر کھولے جائیں گے۔" (حقیقۃ صفحہ ۱۰۹)

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے نے بھی لکھا ہے:۔

"اللہ کی نصرت اسی کا نام ہے جب اسباب سے مایوسی ہو جائے اور چاروں طرف ناکامی ہی ناکامی نظر آئے۔ اور دشمن کا غلبہ بڑھتا چلا جائے۔ یہاں تک کہ وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں بول اُٹھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کب آئیگی! تب نصرت الٰہی آتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے کوئی ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔ اور جو بات انہونی معلوم ہوتی تھی وہ ہو جاتی ہے۔" (بیان القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۸۲)

ابتلاؤں میں ایک اور عظیم راز

اللہ تعالیٰ کے اس پُر حکمت طریق میں کہ وہ اپنے محبوب بندوں کو مختلف ابتلاؤں میں مبتلا کرتا ہے ایک اور عظیم الشان راز بھی ہے اور یہ راز درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اس محبت پر دلیل ہے جو اسے ان محبوب بندوں سے ہوتی ہے۔ وہ ان دنیا اور جہلا کو اغیار کی نظروں سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اس لئے انہیں ایسے حالات میں سے گزارتا ہے جن میں دوسرے فوائد کے علاوہ یہ فائدہ بھی حاصل ہو جاتا ہے کہ خدا کے یہ برگزیدہ بندے غیروں کی نظر سے مستور ہو جاتے ہیں اور غیر اپنی شامت اعمال کے باعث انہیں اپنے اعتراضات کا نشانہ بنا لیتے ہیں اور بالآخر [illegible] جاتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس لطیف راز کو یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"(الف) چونکہ خدا کی غیرت عام طور پر اپنے بندوں کو انگشت نما نہیں کرنا چاہتی اس لئے عجیب ہے کہ دنیا پیدا ہوئی خدا اپنے خاص اور پیارے بندوں کو بیگانہ آدمیوں کی نظر سے کسی نہ کسی ظاہری اعتراض کے نیچے لاکر محجوب اور مستور کر دیتا ہے تا اجنبی لوگوں کی اُن پر نظر نہ پڑ سکے اور تا وہ خدا کی غیرت کی چادر کے نیچے پوشیدہ رہیں یہی وجہ ہے کہ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کامل انسان پر جو سراسر نور مجسم ہیں اندھے پادریوں اور نادان فلسفیوں اور جاہل آدمیوں نے اس قدر اعتراض کئے کہ اگر وہ سب اکٹھے کئے جائیں تو تین ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ پھر کسی دوسرے کو کب اُمید ہے کہ مخالفوں کے اعتراض سے بچ سکے۔ اگر خدا چاہتا تو ایسا ظہور میں نہ آتا۔ مگر خدا نے یہی چاہا کہ اُسکے خاص بندے دنیا کے فرزندوں کے ہاتھوں سے دُکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں اور اُن کے حق میں طرح طرح کی باتیں کہی جائیں۔"

(331) (روحانی خزائن جلد ۲۳ چشمہ معرفت صفحہ ۳۳۱)

پھر فرماتے ہیں:۔

"پس اگر ابھی دنیا میں جس قدر خدا کے ماموروں اور نبیوں اور رسولوں کی نسبت نکتہ چینیاں ہوتی ہیں اور جس قدر اُن کی شان اور اعمال کی نسبت اعتراض ہوئے ہیں اور بدگمانیاں ہوتی ہیں [illegible]

کی باتیں کی جاتی ہیں وہ دنیا میں کسی کی نسبت نہیں ہوتیں۔ اور خدا نے ایسا ہی ارادہ کیا ہے تا اُن کو بدبخت لوگوں کی نظر سے مخفی رکھے اور وہ اُن کی نظر میں جائے اعتراض ٹھہر جائیں۔ کیونکہ وہ ایک دولتِ عظمیٰ ہیں اور دولتِ عظمیٰ کو نا اہلوں سے پوشیدہ رکھنا بہتر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چونکہ تمام تہمتوں کا معقولی طور پر جواب دینا ایک نظری امر تھا اور نظری امور کا فیصلہ مشکل ہوتا ہے اور تاریک طبع لوگ اس سے تسلّی نہیں پکڑتے اس لئے خدا تعالیٰ نے نظری راہ کو اختیار نہیں کیا اور نشانوں کی راہ اختیار کی اور اپنے نبیوں کی بریّت کے لئے اپنے تائیدی نشانوں اور عظیم الشان نصرتوں کو کافی سمجھا کیونکہ ہر ایک غبی اور بلید بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر نعوذ باللہ ایسے ہی نفسانی آدمی اور مفتری اور ناپاک طبع ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اُن کی نصرت کے لئے ایسے بڑے بڑے نشان دکھائے جاتے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸)

انبیاء اور اولیاء پر ابتلاؤں کی کیفیت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان عبارتوں سے بالبداہت ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے نا اہلوں سے مخفی رکھے جاتے ہیں اور گندہ فطرت لوگ اُن پر قسم قسم کے ناپاک اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ ان سب باتوں کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ عظیم الشان نصرتیں ہوتی ہیں جو مقربانِ بارگاہِ ایزدی کے شاملِ حال ہوتی ہیں۔ بہرحال انبیاء

خلفاء اور اولیاء پر ضرور ابتلاء ضرور آتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی زبردست حکمتیں ہوتی ہیں۔ حدیث نبویؐ میں ہے:۔

عن سعد قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینه فان کان فی دینه صلبا اشتد بلاؤه وان کان فی دینه رقة هون علیه فما زال کذلک حتی یمشی علی الارض ما له ذنب۔ رواه الترمذی وابن ماجه والدارمی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۳۶)

ترجمہ:۔ "حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ سخت ابتلاء کس پر آتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نبیوں پر۔ اُن کے بعد پھر درجہ بدرجہ نیک لوگوں پر۔ ہر انسان پر اس کے دینی مقام کے لحاظ سے ابتلاء آتا ہے اگر وہ شخص اپنے دین میں پختہ ہے تو اس پر سخت ابتلاء آتا ہے۔ اور اگر دین میں کمزور ہے تو اس پر نرم ابتلاء آتا ہے۔ اسی طرح ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص زمین پر بے گناہ ہو کر چلتا پھرتا ہے۔"

پس ابتلاؤں کا آنا سنت اللہ میں داخل ہے اور اس میں عظیم الشان مصلحتیں ہیں اور اُن کے بے شمار فوائد ہیں۔ نیز یہ کہ ابتلاء کم و بیش تمام صلحاء پر آتے ہیں۔

انبیاء اور صلحاء پر بیماریوں کے ابتلاء

انبیاء اور صلحاء پر آنے والے ابتلاء بیرونی مصیبتوں اور دکھوں کے علاوہ جسمانی بیماریوں اور تکالیف کی صورت میں بھی آتے ہیں۔ بیمار ہونا انبیاء کی شان کے منافی نہیں بلکہ ان کی بشریت کے لئے ایک ضروری لازمہ ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیمار ہونے کا ذکر آتا ہے۔ (الصافات: ۸۹ الشعراء: ۸۰)

حضرت ایوب علیہ السلام کی طویل اور تکلیف دہ بیماری

حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق وارد ہوا ہے:۔

اوّل:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وایّوب اذ نادیٰ ربّہ انّی مسّنی الضّر وانت ارحم الراحمین۔ (الانبیاء: ۸۳)

یعنی حضرت ایوبؑ کو یاد کرو۔ جب اس نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ مجھے دکھ پہنچا ہے۔ اور تو ارحم الراحمین ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

واذکر عبدنا ایّوب اذ نادیٰ ربّہ انّی مسّنی الشیطان بنصب وعذاب۔ (ص: ۴۱)

یعنی حضرت ایوبؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! مجھے شیطان دکھ اور عذاب دے رہا ہے تو میری فریاد سن۔

دوم۔ ان آیات کی تفسیر میں ائمہ مفسرین کے بیانات حسب ذیل ہیں:۔

(الف) امام فخرالدین رازیؒ نقل کرتے ہیں:۔

وحدثت اسقام عظیمۃ والآم شدیدۃ فیہ فمکث فی ذالک البلاء سنین۔

(تفسیر کبیر للرازی جلد ۶ صفحہ ۲۰۹)

کہ حضرت ایوبؑ کے جسم میں بہت سی بیماریاں پیدا ہو گئیں۔ اور انہیں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور یہ تکلیف سالہا سال رہی۔

(ب) علامہ الوسی البغدادی لکھتے ہیں:۔

روی عن قتادۃ انہ علیہ السلام ابتلی سبع سنین

(روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۳۶۱)

کہ حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ایوبؑ اس طرح بیماری میں سات سال تک مبتلا رہے۔

پھر لکھتے ہیں:۔

عن ابن عباس انہ صار ما بین قدمیہ الی قرنہ قرحۃ واحدۃ۔ (روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۳۶۱)

کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان کا سارا جسم ایک پھوڑے کی طرح ہو گیا تھا۔

تیسری روایت یوں بیان فرماتے ہیں:۔

روی انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ایوب بقی فی محنتہ ثمانی عشرۃ سنۃ - (روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۳۶۱)

کہ حضرت انسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت ایوبؑ اپنے امتحان اور تکلیف میں ۱۸ برس تک رہے تھے۔

(ج) امام السیوطیؒ نے حضرت قتادہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ :-

ابتلی سبع سنین واشھرًا - (الدر المنثور جلد ۵ صفحہ ۳۱۵)

یعنی حضرت ایوبؑ جسمانی بیماری میں سات سال اور کچھ مہینے بیمار رہے تھے۔

سوم - بائیبل میں لکھا ہے :-

(۱) "تلوے سے لے کر چاندی تک اُسے جلتے ہوئے پھوڑے ہوئے۔" (ایوب ۲/۷)

(۲) "میرا بدن کیڑوں اور خاک کے ڈھیلوں سے ملبس ہے۔ میرا چمڑا سمٹ جاتا اور پھر گل جاتا ہے۔" (ایوب ۷/۵)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی لمبی بیماری اور غم کا ذکر

حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق

قرآن مجید میں آیا ہے :-

وتولّٰی عنھم وقال یا اسفٰی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم - قالوا تاللہ تفتؤ تذکر یوسف حتی تکون حرضًا او تکون من الھالکین (یوسف: ۸۴-۸۵)

یعنی وہ اپنے بیٹوں سے پیٹھ پھیر کر کہنے لگے کہ ہائے میرا یوسف! اُن کی دونوں آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں اور وہ سخت غمگین تھے بیٹوں نے کہا کہ آپ ہمیشہ اسی طرح یوسف کا ذکر کرتے رہیں گے یہاں تک کہ بالکل ناکارہ ہو کر ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ان آیات کی تفسیر میں امام رازیؒ نے ایک قول بھی بیان کیا ہے :-

قال مقاتل لم یبصر بھما ست سنین حتی کشف اللہ تعالیٰ عنہ بقمیص یوسف علیہ السلام

(تفسیر کبیر للرازی جلد ۵ صفحہ ۲۳۳)

یعنی مقاتل کہتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں چھ برس تک کام نہ کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ حضرت یوسفؑ کی قمیص آنے سے یہ تکلیف دُور ہوئی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے انہیں حرضًا ہو جانے کا طعن کیا ہے۔ جس کے معنوں میں امام رازیؒ لکھتے ہیں :-

"انہ الذی یکون لا مع الاحیاء ولا مع الاموات۔"

(تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۲۳۴)

روایات پر اصولی تبصرہ

ہمارے نزدیک بائیبل اور تفاسیر کی وہ روایات کلیۃً درست نہیں ہیں جن میں حضرت ایوبؑ وغیرہ انبیاء کی بیماریوں کا مبالغہ آمیز ذکر ہے۔ کیونکہ یہ بات عقل اور نصوص قرآنیہ

کے خلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو ایسی بیماری میں مبتلا ہونے دے جس سے لوگوں کو طبعًا نفرت پیدا ہو جائے اور وہ اس سے بھاگنے لگیں۔ کیونکہ اس طرح تو ان پر ایمان لانے میں طبعی روک پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بات حکمتِ الٰہی کے خلاف ہے۔ مگر یہ بات یقینًا درست ہے کہ بیماری وغیرہ کے لحاظ سے انبیاء، خلفاء اور اولیاء پر بھی لمبے ابتلاء آسکتے ہیں اور آتے رہے ہیں۔ اس بارے میں علماء محققین نے مفصل بحث کے بعد تسلیم کیا ہے کہ:

"فاما الفقر والمرض وذهاب الاهل فيجوز
ان يمتحنه الله تعالى بذالك ."

یعنی تنگ دستی، بیماری اور رشتہ داروں کی بے التفاتی انبیاء پر آسکتی ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطور امتحان ان کے لئے یہ صورت پیدا کردے۔" (روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۲۶۱)

انبیاء کی بیماریوں کے متعلق محققین کا موقف

علامہ آلوسیؒ اسی مقام پر زیادہ تفصیلی بحث کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:—

"واما الاغماء فقال النووى لاشك فى جوازه عليهم
لانه مرض بخلاف الجنون فانه نقص وقيد ابو حامد
الاغماء بغير الطويل وجزم به البلقينى . قال السبكى
وليس كاغماء غيرهم لانه انما يستر حواسهم الظاهرة
دون قلوبهم لانها معصومة من النوم الاخف قال و

يمتنع عليهم الجنون وان قل لانه نقص ويلحق به
العمى ولم يعم نبى قط وما ذكر عن شعيب من
كونه ضريرًا لم يثبت واما يعقوب فحصلت له
غشاوة وزالت انتهى . وفرق بعضهم فى عروض ذالك
بين ان يكون بعد التبليغ وحصول الغرض من النبوة
فيجوز وبين ان يكون قبل فلا يجوز ولعلك تختار
القول بحفظهم مما تعافه النفوس ويؤدى الى
الاستقذار والنفرة مطلقًا ." (روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۲۶۳)

یعنی بے ہوشی کے متعلق امام نوویؒ کا قول ہے کہ وہ نبیوں پر ہوسکتی ہے کیونکہ یہ بیماری ہے مگر جنون نہیں کیونکہ وہ خلقی خرابی ہے۔ امام غزالیؒ اور البلقینیؒ کے نزدیک بے ہوشی بھی وہ ہوسکتی ہے جو زیادہ دیر نہ رہے۔ امام سبکیؒ کہتے ہیں کہ صرف ایسی بے ہوشی ہوسکتی ہے جو دوسرے لوگوں کی بے ہوشی کی طرح نہ ہو اور جو صرف ان کے ظاہری حواس کو ڈھانپ لے۔ دل پر اثر نہ کرے۔ کیونکہ وہ تو ہلکی نیند سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ نبیوں کا مجنون ہو جانا محال ہے۔ کیونکہ یہ خرابی ہے۔ اندھا ہونا بھی اسی میں شامل ہے۔ کوئی نبی کبھی اندھا نہیں ہوا۔ یہ جو روایات میں حضرت شعیبؑ کے اندھے ہونے کا ذکر ہے یہ بے ثبوت بات ہے۔ حضرت یعقوبؑ کی آنکھوں پر بھی جھلی آگئی تھی جو پھر دور ہوگئی۔ بعض اہل علم نے ان امراض کے بارے میں یہ فرق کیا ہے

کہ اگر وہ فریضۂ تبلیغ اور مقصدِ نبوت کے پورا کرنے کے بعد ہوں تو جائز ہیں اس سے پہلے جائز نہیں۔ بہرحال پسندیدہ مسلک یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کو ایسی امراض سے ضرور بچاتا ہے جن سے لوگ گھن کریں اور ان کے گندہ ہونے کے باعث ان سے نفرت پیدا ہو جائے۔"

ہم نے یہ تفصیلی بیان اس لئے درج کر دیا ہے کہ قارئین کرام اندازہ لگا سکیں کہ اہلِ علم سلف صالحین کے نزدیک اس بارے میں اعتدال کا کونسا طریق ہے۔ یعنی نہ تو یہ درست ہے کہ نبیوں اور مقدسوں کے بارے میں اندھا دھند اسرائیلیات کو قبول کر کے انہیں قرآن کی تفسیر مان لیا جائے۔ اور نہ یہ صحیح ہے کہ ان بزرگوں کو تمام بشری لوازم اور انسانی حالات سے بھی بالاتر قرار دیا جائے۔ نبی بہرحال بشر رسول ہوتا ہے اور بشریت کے عام لوازم سے بالا نہیں۔

خلفاء اور اولیاء کا حال

اس جگہ یہ ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ جو حالات نبیوں کے لئے ممکن الوقوع ہیں وہ خلفاء اور اولیاء کے لئے بدرجۂ اولیٰ ممکن الوقوع ہیں۔ بلکہ نبی کا مقام تو چونکہ زیادہ بلند اور بالا ہوتا ہے اولیاء اور خلفاء اس سے بدرجہا کمتر ہوتے ہیں اس لئے عام اولیاء اور خلفاء کے لئے نبیوں کی نسبت بھی زیادہ عوارض

روحانی مقام کے باوجود بشری تقاضوں کے تابع ہوتے ہیں اور عام انسانی بیماریاں انہیں بھی لاحق ہو سکتی ہیں۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی یا بزرگ کے متعلق خاص طور پر پیشگوئی کر دے کہ وہ فلاں بیماری سے ضرور محفوظ رہیگا۔

نیکوں پر ابتلاء کا اثر

ابھی تک ہم نے اصولاً اور اجمالاً یہ ثابت کیا ہے کہ نبیوں اور ولیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء آتے ہیں۔ اور وہ ابتلاء مخالفین کی طرف سے مشکلات کی صورت میں بھی ہوتے ہیں اور بعض جسمانی بیماریوں وغیرہ کی صورت میں بھی ہوتے ہیں۔ آئیے اب اس امر پر غور کریں کہ ان ابتلاؤں کا نتیجہ اور اثر کیا ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں تک صلحاء کا تعلق ہے وہ تو اپنے محبوب کی طرف سے آنے والے ابتلاؤں کو نہایت شرح صدر اور خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں بلکہ وہ تو اس راہ میں بار بار شہید ہونے کا شوق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

والذی نفسی بیدہ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۹)

آپ کے بروز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے:-

شعر
در کوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند
اوّل کسیکہ لافِ تعشق زند منم

حضرت ایوبؑ کا یہ جواب کتنا پیارا ہے۔ آپ نے اپنی بیوی کی گھبراہٹ پہ انہیں فرمایا:-

"و یحک لنا فی النعیم سبعین عاماً فاصبری حتی نکون فی الضر سبعین عاماً۔"

یعنی "ہم نے ستر برس آرام اور سکھ میں گذارے ہیں اتنا تو صبر کرو کہ ہم ستر برس دکھ اور ابتلاؤں میں بسر کر لیں۔"

عام اہل اللہ کے متعلق بھی یہی بات یہی ہے کہ :-

"اس لذت کے بعد جو خدا تعالیٰ میں ملتی ہے ایک کیڑے کی طرح کچل کر مر جانا منظور ہوتا ہے۔ اور مومن کو سخت سے سخت تکالیف بھی آسان ہی ہوتی ہیں۔ سچ پوچھو تو مومن کی نشانی یہی ہوتی ہے کہ وہ مقتول ہونے کے لئے تیار رہتا ہے۔" (ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد ۲ صفحہ ۱۰۹)

ابتلاؤں کے موقعہ پر دشمنوں کے اعتراض

صلحاء کے مخالفین صالحین پر آنے والے امراض اور ابتلاؤں پر اپنی نادانی کے باعث ہمیشہ نکتہ چینی کرتے اور اپنے لئے ہلاکت کی راہ پیدا کر لیتے

ہیں۔ پہلے زمانوں میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور آج بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ حضرت ایوبؑ کے متعلق روایت میں ہے:-

"قالت امرأۃ ایوب ادع اللہ یشفیک فجعل لا یدعو حتی مرّ بہ نفر من بنی اسرائیل فقال بعضھم لبعض ما اصابہ ما اصابہ الا بذنب عظیم اصابہ فعند ذالک قال رب انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین۔" (الدر المنثور جلد ۵ صفحہ ۳۱۶)

یعنی حضرت ایوبؑ کی بیوی انہیں کہتی رہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تا وہ آپ کو شفا بخشے۔ مگر وہ دعا نہ کرتے تھے۔ یہانتک کہ ایک دن کچھ یہودی اُن کے پاس سے گذرے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو کہا کہ یہ دکھ جو ایوبؑ کو پہنچا ہے یہ کسی بڑے گناہ کی سزا ہے۔ تب حضرت ایوبؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے بہت دکھ پہنچا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

انبیاء اور صلحاء اللہ تعالیٰ کے امتحان میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ اپنے رب کی طرف سے آنے والی تکلیف پر نالاں اور شاکی نہیں ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

عاشق آں باشد کہ ایام بلا — مے گزارد با محبت با صفا
گر قضارا عاشقے گردد اسیر — بوسد آں زنجیر را کز آشنا
(کتاب البریہ)

اس طریق سے اعلیٰ درجہ پر اُسے پہنچا دیتا ہے۔"

ان اور ایسی دیگر کثیر التعداد احادیث نبویہ سے واضح ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اُس کی وارد کردہ ابتلاؤں پر صبر و شکر کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ان تکالیف کے ذریعہ اُن کے درجات کو بلند کرتا اور انہیں خاص قرب بخشتا ہے۔ نہ عاشق راہ عشق کی تلخیوں سے گھبراتے ہیں اور نہ ہی محبوب ازلی اپنے محبوں پر مصائب لاکر انہیں تباہ کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ یہ صورتیں تو اس راہ کا بہترین زاد ہیں۔ مگر نا اہل اور کوتہ نظر اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

ابتلاء اور عذاب میں فرق

اصل بات یہ ہے کہ معترضین آسمانی رازوں سے نابلد ہوتے ہیں اور انہیں ابتلاء اور عذاب میں فرق معلوم نہیں ہوتا۔ عذاب وہ دکھ ہے جو بطور سزا ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ خدا تعالیٰ سے دوری اور اُس کا غضب ہوتا ہے۔ نیکیوں سے محرومی اور نیک خیالات سے بے نصیبی ہوتی ہے۔ لیکن ابتلاء ایک محبت بھری آزمائش ہے جو انسان کے جذباتِ تقویٰ کو اور بھی شعلہ زن کرتی ہے۔ اور ایسا انسان اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب میں اور بھی ترقی کر جاتا ہے۔ اسے مزید نیکیوں کی توفیق ملتی ہے اور اس کے خیالات رشد و صلاحیت کے لحاظ سے اور بھی اجاگر ہو جاتے ہیں۔ غرض عذاب

ابتلاء میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ غزوۂ احزاب کے سلسلہ میں جبکہ چاروں طرف سے کفار کے لشکروں نے مسلمانوں کا احاطہ کیا تھا۔ فرماتا ہے:-

"وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا" (احزاب: ۲۲)

یعنی اس ابتلاء نے مومنوں کو اپنے ایمان اور قلبی انشراح اور اطاعت میں اور بھی زیادہ کر دیا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے بھی اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"عن عائشۃؓ قالت سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الطاعون فاخبرنی انہ عذاب یبعثہ اللہ علی من یشاء وان اللہ جعلہ رحمۃ للمومنین لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرًا محتسبًا یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر شہید۔"

(رواہ البخاری)

یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ایک عذاب ہے جس پر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اسے نازل کرتا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے سچے مسلمانوں کے لئے

انہوں نے کبھی بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جماعت کے خلاف دوسروں کو اُبھارنے میں کبھی کمی نہیں کی۔ جماعت کی مشکلات پر خوشی منانے میں کبھی تامّل نہیں کیا۔ یہ ایک دردبھری داستان ہے اور بہت طویل۔ مگر اب جو ہمارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نصف صدی کے مسلسل اور پُرجوش جہاد کے بعد قضاء و قدر سے بیمار ہوئے اور جماعت پر ایک ابتلاء آیا جیساکہ کبھی کبھی نبیوں کی جماعتوں پر آیا کرتا ہے۔ تو غیر مبایعین کے گھروں میں گھی کے چراغ جلنے لگے اور اُن میں سے ایک طبقہ نے شماتتِ اعداء کے طور پر طنزیہ تحریریں شائع کرنی شروع کر دیں۔ اگر اسلام کے دورِ اوّل میں کچھ بدبخت مسلمان کہلانے والوں نے جگر گوشۂ رسولؐ پر تیر برسا کر ان کا خون بہایا تھا تو اس دورِ ثانی میں احمدی کہلانے والے پیغامی گروہ کے بعض افراد نے بھی بغض و عداوت میں بجھے ہوئے قلمی تیروں سے مسیح محمدی کے لختِ جگر اور اس کے محبوں کے سینوں کو چھلنی کرنے کے لئے انتہائی بے دردی سے کام لیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیماری اور اہلِ پیغام کے اعتراضات

مدیر "پیغام صلح" نے اِس گروہ کی نمائندگی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"جناب خلافت مآب ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہوگئے جس نے اُن کے ہوش و حواس گم کر کے انہیں ایک زندہ

لاش بنا کر رکھ دیا۔ بیماری بھی انہیں وہ لاحق ہوئی جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے خبیث مرض قرار دیا ہے (حاشیہ اربعین ۳ ص۴) اور الہام الٰہی میں آپ کو اس قسم کی بیماریوں (اندھا ہونے۔ مفلوج ہونے۔ اور مجذوم ہونے) سے محفوظ رہنے کی اطلاع دی گئی تھی) کیونکہ اس میں شماتتِ اعداء کا خطرہ ہوتا ہے (تذکرہ ص[illegible]) خود حضرت مسیح موعودؑ نے مباہلہ کے وقت اپنے مخالفین کے مفلوج و مجذوم اور مجنون ہونے کی بددعا بھی کی۔ اور ان بیماریوں کو دکھ کی مار قرار دیا (انجام آتھم ص[illegible]) اور ڈوئی کا انجام بیان کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں "اس پر فالج گرا اور ایک تختہ کی طرح چند آدمی اس کو اٹھا کر لے جاتے رہے اور بہت سے غموں کے باعث پاگل ہوگیا۔ اور حواس بجا نہ رہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص[illegible])

اِن بزعم خویش "حقائق" کے ذکر کرنے کے بعد مدیر "پیغام صلح" پوچھتے ہیں کہ:-

"کیا یہ بیماری جو خلافت مآب کو دعویٰ مصلح موعود کے بعد تیس سال کا عرصہ گذرنے سے پہلے ہی لاحق ہو گئی ہے لو تقوّل کی آیت کے نیچے نہیں آتی؟"

(پیغام صلح یکم نومبر ۱۹۶۱ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی بیماری پر مخالفین کا رویہ

ایڈیٹر "پیغام صلح" کے اس اعتراض کا تجزیہ کرنے اور اس کا جواب دینے سے پہلے ہم ان خدا ترس غیر مبائع دوستوں سے کچھ کہنا چاہتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے واقعی محبت رکھتے ہیں۔ اور جنہیں آپ کی کتابوں کے پڑھنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اور وہ معاندین سلسلہ کے انداز اعتراض کو بھی جانتے ہیں۔ وہ خدارا غور فرمائیں کہ ایڈیٹر "پیغام صلح" کے اس اعتراض اور غیر احمدی معاندین کے اس اعتراض میں کیا فرق ہے جو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیماریوں کے سلسلہ میں کیا کرتے ہیں۔ اگر کچھ فرق نہیں اور یقیناً کچھ فرق نہیں ہے تو پھر انہیں اپنے مقام کے متعلق بھی سوچنا چاہیئے کہ حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دشمنی میں وہ کہاں پہنچ رہے ہیں۔ کیا پہلے نبی بیمار نہ ہوتے تھے؟ کیا صلحاء پر انسانی عوارض وارد نہیں ہوتے تھے؟ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بیماریوں کے دورے نہیں آئے؟ اگر یہ سب کچھ ہوا ہے اور طبعی بیماریوں کو عذاب الٰہی قرار دے کر گستاخانہ کلمات کہنا کبھی بھی خدا ترس لوگوں کا کام نہیں ہوا تو پھر مدیر پیغام کے ڈانڈے کیوں منکرین اور معاندین سے مل رہے ہیں! میں اس وضاحت کے بعد آگے چلوں گا کہ غیر مبائعین کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیماری کے سلسلہ میں ہوبہو وہی رویہ ہے جو غیر احمدی معاندین کا

رت مسیح موعود علیہ السلام کی بیماری کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ یہ مقام غور ہے۔

حوالہ جات میں خیانت اور غلط بیانی

ہم مدیر پیغام کے پیش کردہ حوالہ جات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ کے حاشیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ ب ذیل ہیں:-

"ایسا ہی خدا تعالیٰ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر کوئی خبیث مرض دامنگیر ہو جائے جیسا کہ جذام اور جنون اور اندھا ہونا اور مرگی تو اس سے یہ لوگ نتیجہ نکالیں گے کہ اس پر غضب الٰہی ہو گیا۔ اس لئے پہلے سے اس نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر ایک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کروں گا۔"

عبارت میں فالج کا خبیث عارضہ قرار دیا جانا تو کجا لفظ فالج ذکر نہیں۔ گویا ایڈیٹر پیغام صلح نے اعتراض کی ابتداء میں ہی ت سے کام لیا۔ اگر اہل پیغام میں ہمت ہے تو اربعین ۳ کے یہ میں دکھائیں کہ حضرت اقدس نے فالج کو کہاں خبیث عارضہ لکھا۔ ایڈیٹر پیغام صلح نے دوسرا حوالہ تذکرہ [illegible] کا دیا ہے۔ اس ہام الٰہی درج ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارت ہے کہ آپ اندھے یا مجذوم یا مفلوج نہ ہوں گے۔ اس پر

حضورؑ نے فرمایا :-

" خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ ان بیماریوں میں سے کوئی بیماری میرے لاحق حال ہو۔ کیونکہ اس میں شماتتِ اعداء ہے۔"

اس حوالہ کے لفظ شماتتِ اعداء کو مدِ نظر رکھ کر آپ ایڈیٹر "پیغام صلح" کے اگلے الفاظ کو پڑھیں جو حسب ذیل ہیں :-

" خود حضرت مسیح موعود نے مباہلہ کے وقت اپنے مخالفین کے مفلوج، مجذوم اور مجنون ہونے کی بددعا بھی کی اور ان کی بیماریوں کو دکھ کی مار قرار دیا۔ (انجام آتھم ص۶۶)"

ان دونوں عبارتوں کے پڑھنے سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ مخالفین کے مقابلہ پر اور مباہلہ کے نتیجہ میں کسی شخص یا فریق کا مفلوج وغیرہ ہونا دکھ کی مار قرار پاتا ہے۔ اور ایسی ہی صورت میں دوسرا فریق اس بیماری کو اپنے لئے نشان اور دلیل قرار دے سکتا ہے۔ ورنہ یونہی بغیر مباہلہ اور مقابلہ کے کسی کی بیماری پر خوشی منانا جو کہ شماتت ہے۔ جس سے آپ اپنا دشمن اور عدو ہونا تو ثابت کر سکتے ہیں مگر اسے خدا کی طرف سے نشان قرار دینے میں آپ ہرگز حق بجانب نہیں ہو سکتے۔

مباہلہ اور ایک سال کی شرط

آگے چلنے سے پہلے ذرا انجام آتھم سے مجوزہ مباہلہ کی مقررہ دعا

الفاظ پر بھی غور فرمائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں کہ میں یوں دعا کرونگا کہ :-

" تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔"

اس عبارت میں مباہلہ کی شرط کے ساتھ " ایک سال کے عرصہ تک" کی قید بھی قابل توجہ ہے۔ گویا یہ امراض اور آفات ایک سال کے عرصہ میں ظاہر ہونے پر ہی نشان قرار پائیں گی اور انہیں دکھ کی مار ٹھہرایا جائیگا۔

ڈوئی کی بیماری دعوت مباہلہ اور بد دعا کا نتیجہ تھی

آئیے اب ہم ایڈیٹر "پیغام صلح" کے پیش کردہ چوتھے اور آخری حوالہ یعنی حقیقۃ الوحی سے ڈوئی کے متعلق عبارت کا جائزہ لیں۔

سو ہم اعلان کرتے ہیں کہ "پیغام صلح" کے مندرجہ بالا اعتراض میں نقل کردہ الفاظ موجود تو ہیں مگر اس عبارت کے آگے اور پیچھے واضح کرنے والے حصے عمداً نظر انداز کر دیئے گئے ہیں۔ ایڈیٹر پیغام نے نقل کیا ہے " اس پر فالج گرا" اور اصل کتاب میں ہے " اور آخر کار اس پر فالج گرا" اور اس فقرہ کے "آخر کار" سے ظاہر ہے کہ فالج گرنے سے پہلے ڈوئی کی تباہی، بربادی

خود دستخط فرماتے ہیں۔ ان حالات میں پیغام صلح کی کینہ توزی قرآنی ارشاد یلّو بصوت بکم السد وائز کی واضح تصدیق ہے۔ ہم اپنے قادر خدا سے دست بدعا ہیں کہ وہ شافی مطلق ہمارے امام ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیماری کو دور فرمائے تا آپ پھر پہلے کی طرح پوری قوت سے خدمت اسلام کر سکیں۔ لیکن انسان بہرحال انسان ہے۔ خلفاء اور اولیاء تو انبیاء سے بہرحال نیچے ہیں۔ خدا کا قانون قدرت بیماری وغیرہ کے متعلق انبیاء پر بھی جاری ہوتا رہا ہے تو خلفاء اس سے کیونکر مستثنےٰ ہو سکتے ہیں۔ اہل پیغام کو چاہیے کہ شریف مخالفوں والا رویہ اختیار کریں اور بلا وجہ دلآزاری کے لئے بات کو بگاڑ کر پیش نہ کریں۔

لوتقول کا معیار انبیاء کے لئے ہے

ایڈیٹر پیغام صلح نے پوچھا ہے کہ آیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیماری آیت لوتقول کے نیچے نہیں آتی؟ جواباً عرض ہے کہ اوّل تو سورہ الحاقہ کی آیت ولو تقول علینا بعض الاقاویل کا معیار مسلّمہ طور پر مرسلین اور ماموریں کے لئے ہے۔ مامور اصطلاحاً نبی اور رسول کو کہتے ہیں۔ کیونکہ آیت میں تقول کی ضمیر کا اصل مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے یہ معیار تو مدعیٔ نبوت کی صداقت پرکھنے کے لئے ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اسی معیار کو رسول اور مامور کے لئے مخصوص فرمایا ہے (اربعین ۳ ص۱۵) بعض

کر پر حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ ان کے رسول ہونے کا دعویٰ ان الفاظ میں پیش کرد کیونکہ

"ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے" (تتمہ اربعین ص۱۱)

اور یہ ظاہر و باہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کبھی مامور من اللہ اور نبی و رسول ہونے کا دعویٰ نہیں فرمایا۔ نہ ہی جماعت احمدیہ آپ کو مامور مانتی ہے۔ آپ نے اپنے غیر مامور ہونے کا بارہا اعلان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں:-

(الف) "کوئی دوسرا شخص کسی غیر مامور کے کشف یا الہام کو ماننے کا مکلّف نہیں۔ لیکن بہرحال میرے لئے خدا تعالیٰ نے حقیقت کو کھول دیا ہے۔" (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

(ب) قادیان میں ایک دوست نے حضور سے سوال کیا کہ:-

"جس شخص کو حضور کے مصلح موعود ہونے کا علم دیدیا جائے اور اس پر حجت تمام کر دی جائے پھر بھی وہ حضور کا انکار کرے تو ہم اُسے کیا کہیں گے؟"

حضور نے فرمایا:-

"ہم کچھ بھی نہیں کہیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے ہدایت دے دیگا۔ دعوت پر اصرار کر کے منوانا مامور کا کام نہیں ہوتا۔"

(الفضل ۳ رجون ۱۹۶۱ء)

پس مدیر پیغام کے سوال کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ اس جگہ معیار لو تقول کا کوئی جوڑ نہیں وہ نبیوں اور ماموروں کے لئے معیار ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کا ایسا کوئی دعویٰ نہیں مسیح موعود مامور یا نبی نہیں ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کے الہامات پر چالیس برس گذر چکے ہیں

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر علی سبیل التنزل اس معیار کو محض الہام کے لئے تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی غیر مبایعین کے لئے کوئی محل اعتراض نہیں کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے الہامات پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک زمانۂ دراز گذر چکا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ پر الہام شروع ہوا جس پر نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ غیر مبایعین کو کم از کم حضرت خلیفۃ المسیح کے الہام

(۱) ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔
(جس پر پچاس برس سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے)
(الفضل ۷ مارچ ۱۹۲۴ء)

(۲) ولیمزقنہم۔ (ضمیمہ الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۱۴ء)

کا تو انکار نہیں ہو سکتا جو خاص اُن کے بارہ میں ہیں اور جن کی صداقت پر خلافتِ ثانیہ کے دَور کا ہر دن اور ہر رات گواہ ہے۔ اگر مدیر پیغام کو

اِن کی سچائی میں کوئی شبہ ہو تو اپنے امیر قوم جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کی ۱۳ ہش کی خود نوشت "دکھوں کی داستان" والا مطبوعہ ٹریکٹ ملاحظہ فرمائیں۔

مفتری کی جلد ہلاکت اور تئیس[۲۳] سالہ مدت

مدیر پیغام کے اعتراض کا تیسرا جواب یہ ہے کہ تئیس سال کی قید تو آخری حد ہے۔ ورنہ آیت لو تقول علینا تو مکی آیت ہے اور یہ اپنے نزول کے ساتھ ہی معیار صداقت قرار پا چکی تھی۔ اس لحاظ سے عرصہ سات آٹھ سال ہونا چاہیئے۔ بلکہ صادق مدعیٔ نبوت کی زندگی اور کامیابی کا ہر مرحلہ اس کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے محض سالوں پر کیا انحصار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین و متکلمین نے جہاں یہ تسلیم کیا ہے کہ اگر کوئی مدعیٔ نبوت تئیس سال کی مہلت پالے جو زمانۂ دعویٔ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو وہ ضرور صادق ہے وہاں انہوں نے آیت و لو تقول علینا کی تفسیر میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ کاذب مدعی جلد تباہ و برباد ہوتا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:-

(۱) امام طبریؒ لکھتے ہیں:-

"و انما یعنی بذالک انہ کان یعاجلہ بالعقوبۃ و لا یؤخرہ۔" یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتری کو جلد سزا دیتا ہے اور اُسے ڈھیل نہیں دیتا۔" (تفسیر ابن جریر جلد ۲۹ ص ۲۳ مطبوعہ مصر)

(۲) علامہ زمخشری لکھتے ہیں:-
"والمعنی ولو ادعی علینا شیئًا لم نقله لقتلناه صبرا کما یفعله الملوک بمن یتکذب علیهم معاجلة بالسخط والانتقام" یعنی مطلب آیت یہ ہے کہ اگر یہ مدعی ہماری طرف ایسی بات منسوب کرتا ہے جو ہم نے اُسے نہیں کہی تو اُسے باندھ کر جلد ہلاک کر دیتے ہیں جیسا کہ بادشاہ اپنے متعلق جعلسازی کرنے والوں سے کرتے ہیں اور اسی طرح جلد انتقام لے کر سزا دیتے ہیں۔"
(تفسیر کشاف صفحہ ۱۴۴ مطبوعہ کلکتہ)

(۳) امام ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں:-
"قال شیئًا من عنده فنسبه الینا ولیس کذالک لعاجلناه بالعقوبة" یعنی اگر یہ مدعی اپنے پاس سے بنا کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اُسے جلد سزا دیتے۔"
(تفسیر ابن کثیر جلد ۱۰ صفحہ [illegible] برحاشیہ فتح البیان)

(۴) امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:-
"هذا ذکره علی سبیل التمثیل بما یفعله الملوک بمن یتکذب علیهم فانهم لا یمهلونه بل یضربون رقبته فی الحال" یعنی بیان میں بطور مثال بتایا گیا ہے کہ ہم مفتری کے ساتھ وہی سلوک

کریں گے۔ جو بادشاہ جھوٹے عہدہ دار کے ساتھ کرتے ہیں۔ وہ اُسے ڈھیل نہیں دیتے بلکہ فی الفور اس کی گردن قطع کرا دیتے ہیں۔"
(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۹۱)

پس ظاہر ہے کہ لو تقول کے معیار کے لئے تیئیس سال آخری حد ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دینے کی غرض سے بیان فرمائی ہے۔ حق طلب انسانوں کے لئے صداقت پرکھنے کے لئے آخر تک انتظار لازمی نہیں بلکہ وہ ہر روز کی الٰہی نصرت کو دیکھ کر جلد ہی شناخت کر سکتے ہیں اور اہل دل کے لئے تو مامور کی دعوت کا پہلا دن ہی صداقت کا درخشندہ ثبوت ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سُننے کے ساتھ ہی قبول کر لیا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تیئیس ۲۳ سال کی حد آخری ہے اور مدعی نبوت کے لئے ہے حضرت خلیفۃ المسیح کا دعویٰ نبوت کا نہیں ہے۔ ہاں مطلق الہام کے بیان پر چالیس سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ پس اعتراض سراسر باطل ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کے پُر شوکت حلفیہ اعلانات

اگر مدیر "پیغام صلح" کہیں کہ ہم تو مصلح موعود کے اعلان سے زمانہ شمار کریں گے کیونکہ اس وقت آپ نے حلفیہ مؤکد بعذاب اعلان کیا تھا۔ تو اس اعتراض کے ہماری طرف سے تین جواب ہیں:-
اوّل - یہ درست ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تع

نے مصلح موعود کے بارے میں رؤیا دیکھنے کے بعد اعلان فرمایا تھا کہ مجھے خدا نے بتا دیا ہے کہ میں ہی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہوں - آپ نے یہ اعلان جنوری ۱۹۴۴ء میں فرمایا تھا - جو مؤکد بعذاب حلف کے ساتھ کیا گیا تھا - مگر کیا اہل پیغام کو معلوم نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ اس سے قبل بھی مؤکد بعذاب حلفیہ بیان شائع فرما چکے ہیں مثلاً

(۱) حضور نے ۱۹۲۷ء میں مستریوں کی تردید کرتے ہوئے پُر زور الفاظ میں اعلان فرمایا کہ :-

"میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کے ہاتھ میں جزا اور سزا ہے اور ذلت اور عزت ہے کہ میں اس کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں اور جو لوگ میرے مقابل پر کھڑے ہیں اور مجھ سے مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اس کی مرضی اور اس کے قانون کے خلاف کام کر رہے ہیں - اگر میں اس امر میں دھوکے سے کام لیتا ہوں تو اے خدا تُو اپنے نشان کے ساتھ صداقت کا اظہار فرما - اب جس شخص کو دعویٰ ہو کہ وہ اس رنگ میں میرے مقابل پر آنے میں حق بجانب ہے وہ بھی قسم کھالے - اللہ تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا -"

(مکتوب ۱۲ر اکتوبر ۱۹۲۷ء بنام بابو عبدالحمید صاحب شملوی مطبوعہ رسالہ "جواب مباہلہ" نمبرا صفحہ ۲۰ر جون ۱۹۲۹ء)

(۲) ۱۹۳۷ء میں تحدّی سے مؤکد بعذاب اعلان فرمایا کہ :-

"مجھے بندوں پر یقین نہیں - مجھے اپنے خدا پر یقین ہے - اس خدا نے اس وقت جبکہ مجھے خلافت کا خیال تک بھی نہیں تھا مجھے خبر دی تھی کہ ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کہ وہ لوگ جو تیرے متبع ہیں وہ تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رہیں گے - پس یہ صرف آج کی بات نہیں بلکہ جو شخص میری بیعت کا اقرار کریگا وہ قیامت تک میرے منکرین پر غالب رہے گا - یہ خدا کی پیشگوئی ہے جو پوری ہوئی اور پوری ہوتی رہے گی - اگر اس الہام کے سنانے میں میں جھوٹ بولتا ہوں تو خدا کی مجھ پر لعنت۔"

(الفضل ۲۰ر نومبر ۱۹۳۷ء صفحہ ۸)

(۳) پھر ۱۹۳۷ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے نہایت پُر شوکت الفاظ میں مؤکد بعذاب حلفیہ اعلان فرمایا :-

"میں اس قادر و توانا خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ باوجود ایک سخت کمزور انسان ہونے کے مجھے خدا تعالیٰ نے ہی خلیفہ بنایا ہے اور میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس نے آج سے ۲۲-۲۳ سال پہلے مجھے رؤیا کے ذریعہ یہ بتا دیا تھا کہ تیرے سامنے ایسی مشکلات پیش آئیں گی کہ

بعض دفعہ تیرے دل میں بھی خیال پیدا ہوگا کہ اگر یہ بوجھ علیحدہ
ہوسکتا ہو تو اسے علیحدہ کردیا جائے - مگر تو اس بوجھ کو ہٹا
نہیں سکیگا اور یہ کام تجھے بہرحال نباہنا پڑے گا - اگر میں
اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالےٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔"

(خطبہ جمعہ ۱۲ رنومبر ۱۹۳۶ء مطبوعہ الفضل ۲۰ رنومبر ۳۶ء)

اے ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیو! خدا کا خوف کرکے اِن اعلانات کو پڑھو اور دیکھو کہ ہمارا محبوب آقا حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کس طرح چالیس پچاس برس سے اللہ تعالیٰ کے کلمات کو حلفیہ اعلانات سے برملا سُناتا رہا ہے۔ خدا کے لیے سوچو کہ ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کتنے عرصہ سے اور کس تحدّی سے پیش کیا گیا ہے - اور کس طرح ہر روز اس کا پُرشوکت ظہور ہو رہا ہے - بتاؤ کہ اِن حلفیہ اعلانات پر تیس سال نہیں گذرے؟ اگر تم حلفیہ اعلانات پر تیس سال گذرنے پر ہی کسی برگزیدہ کو سچا مان سکتے ہو تو اب بتاؤ کہ حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کے الہامات اور آپ کی خلافت کو ماننے میں تمہیں کیا اعتراض ہے؟ ذرا اللہ تعالیٰ سے ڈر کر جواب دو۔

اس جگہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں دردمندانہ طور پر غیر مبائعین سے اپیل کروں کہ وہ یونہی ٹھوکر نہ کھائیں - یاد رکھو کہ مصلح موعود والی پیشگوئی میں کچھ ظلمات کا ذکر بھی ہے (اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے لختِ جگر محمود ایدہ اللہ بنصرہ کے لئے دُعا کرتے ہوئے فرمایا ہے - ع

کر دُور ہر اندھیرا!

سو وہ اندھیرا تو دُور ہو رہا ہے اور خدا کی باتیں پوری ہو چکی ہیں اور اہلِ حق کے نزدیک پیشگوئی کی سب علامات روزِ روشن کی طرح پوری ہو گئی ہیں مگر تم کیوں اپنی ہلاکت کے لئے اندھیرا پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہو؟ کیا پیشگوئیوں میں کوئی اخفاء کا پہلو نہیں ہوا کرتا؟ خدا سے ڈر کر ذرا سوچو! اور تنہائی میں غور کرو!!

تعیین مدّت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فیصلہ کن تحریر!

دوم :- مصلح موعود کے اعلان سے ہی زمانہ کا شمار کرنے والے ایڈیٹر پیغامِ صلح کے لئے ہمارا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سلسلہ میں ایک زمانی معیار بھی تحریر فرمایا ہے تو اس کے رُو سے فیصلہ کرتے ہیں - حضرت اقدس علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"اگر کسی کی آنکھیں ہو تو اس عاجز پر جو کچھ عنایات اللہ جلّ شانہٗ کی وارد ہو رہی ہیں وہ سب نشان ہی ہیں - دیکھو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ

جو میرے پر افترا کرے اُس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ اور میں جلد مفتری کو پکڑتا ہوں اور اس کو مہلت نہیں دیتا۔ لیکن اس عاجز کے دعویٰ مجدد اور مثیل مسیح ہونے اور دعویٰ ہمکلامِ الٰہی ہونے پر اب بفضلہ تعالیٰ گیارھواں برس جاتا ہے۔ کیا یہ نشان نہیں ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ کاروبار نہ ہوتا تو کیونکر عشرہ کاملہ تک جو ایک حصّہ عمر کا ہے ٹھہر سکتا تھا؟" (نشانِ آسمانی ص۲۷)

میں کہتا ہوں کہ کیا غیر مبائعین کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ بیان فرمودہ عرصہ مسلّم ہے؟ اور کیا وہ آنکھیں کھول کر دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ کو ان کے اپنے مسلمات کے رُو سے بھی ابتدائی گیارہ سال کتنے شاندار اور فاتحانہ انداز کے عطا کئے تھے؟ بہرحال جب یہ طے ہو گیا کہ زمانہ کی تعیین اگر کوئی ضروری ہے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کے رُو سے عشرۂ کاملہ یعنی دس برس ہے۔ کیا غیر مبائعین سے اُمید کی جائے کہ وہ اب اپنے عقیدہ کے مطابق اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کی روشنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے مصلح موعود ہونے پر ایمان لے آئیں گے؟

ھل فیکم رجل رشید۔

اصل معیار نصرتِ خداوندی ہے!

سوئم۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک زمانہ معیار نہیں ہوا کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا مسلسل ہونا اور مشن کی کامیابی بنیادی چیز ہے۔ اس پہلو سے بھی ایڈیٹر پیغام صلح کا اعتراض سراسر باطل ہے جنوری ۱۹۴۴ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا کے ذریعہ بتا دیا ہے کہ میں ہی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہوں۔ اس اعلان سے جماعت احمدیہ میں ایک برقی رو چل پڑی اور تبلیغی و تربیتی طور پر عظیم الشان ترقی کے دور کا آغاز ہو گیا۔ دوسری طرف مخالفین بالخصوص غیر مبائعین نے بھی مقابلہ کے لئے اپنے تمام ترکش سنبھال لئے اور پورے زور سے مخالفت شروع کر دی۔ ملکی تغیرات کی وجہ سے بھی جماعت کے لئے مشکلات پیدا ہوئیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل ہے کہ جماعت احمدیہ کی کشتی کا ناخدا اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اسے ہر بھنور سے نکال کر سلامتی کے ساحل پر پہنچانے میں کامیاب ہو گیا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اعلانِ مصلح موعود کے بعد آسمانی تائیدات!

ہم ذیل میں ایک مختصر خاکہ اُن آسمانی فتوحات اور الٰہی تائیدات کا

درج کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ
بنصرہ کے مصلح موعود کے اعلان کے بعد جماعت احمدیہ کو عطا کی
ہیں اور حضور ایدہ اللہ بنصرہ کو توفیق بخشی ہے۔

تصنیفات

(ل) مصلح موعود ہونے کے اعلان کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے ذیل کی پُر معارف اور شاندار تصانیف تالیف فرمائی ہیں :۔

(۱) سیر روحانی ۳ مجلدات میں
(پہلے سیر روحانی کی صرف ایک تقریر شائع ہوئی تھی۔ مگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے تین مجلدات میں حضور کو اس مضمون کے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔)
(۲) دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی (ستمبر ۱۹۴۸ء)
(۳) تفسیر کبیر جلد اوّل (۱۹۴۸ء)
(۴) " " آخری پارہ کی پہلی جلد (۱۹۴۵ء)
(۵) " " دوسری جلد (۱۹۴۶ء)
(۶) " " تیسری جلد (۱۹۵۰ء)
(۷) " " چوتھی جلد (اکتوبر ۱۹۵۶ء)
(۸) تفسیر کبیر سورۃ مریم تا سورۃ انبیاء (۱۹۵۸ء)

(۹) تفسیر کبیر سورۃ حج۔ مومنون اور نور (۵۵ء)
(۱۰) تفسیر کبیر سورۃ فرقان و سورۃ شعراء (نومبر ۵۹ء)
(۱۱) تفسیر کبیر سورۃ قصص۔ نمل و عنکبوت (نومبر ۶۱ء)
(۱۲) اسلام اور ملکیت زمین (۱۳) تعلق باللہ
(۱۴) وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ۔ (۱۵) لیکچر سیالکوٹ بنام پیغام احمدیت
(۱۶) کمیونزم اینڈ ڈیماکریسی کے متعلق چارٹ ٹریکٹ (۱۷) اسلام کا آئین اساسی
(۱۸) نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر (۱۹) خلافت حقہ اسلامیہ
(۲۰) تفسیر صغیر جو تمام قرآن کے بامحاورہ اردو ترجمہ اور تفسیری نوٹوں پر مشتمل ہے۔

اب اس جلسہ سالانہ پر حضور کی تین اہم تصانیف شائع ہو رہی ہیں انشاء اللہ۔
(۱) خلافت راشدہ (۲) اسوۂ حسنہ (۳) الموعود

نئے تبلیغی مشن!

(ب) ۱۹۴۴ء کے بعد بیرونی ممالک میں اشاعت اسلام کے لئے بائیس (۲۲) نئے ممالک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ بنصرہ کی زیر قیادت نئے تبلیغی مشن قائم ہوئے۔ تفصیل وار نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) سپین ۴۶ء (۲) ہالینڈ ۴۷ء (۳) سوئٹزرلینڈ ۴۸ء
(۴) لبنان ۴۸ء (۵) مسقط ۴۸ء (۶) سوڈان ۴۸ء
(۷) حبشہ ۴۸ء (۸) جرمنی ۴۹ء (۹) ٹرینیڈاڈ ۵۰ء
(۱۰) بورنیو ۵۰ء (۱۱) سیلون ۵۱ء (۱۲) برما ۱۹۵۲ء

(۱۳) لائبیریا ۱۹۵۶ء (۱۴) ڈچ گی آنا ۱۹۵۶ء (۱۵) جاپان ۱۹۵۹ء
(۱۶) سکنڈے نیویا ۱۹۵۶ء (۱۷) برٹش گی آنا ۱۹۵۸ء (۱۸) فجی آئی لینڈ ۱۹۶۰ء
(۱۹) گیمبیا ۱۹۶۱ء (۲۰) آئیوری کوسٹ ۱۹۶۱ء (۲۱) ٹوگولینڈ ۱۹۶۱ء
(۲۲) کیپ ٹاؤن ساؤتھ افریقہ ۱۹۶۱ء -

اگر اس وقت کے کل مراکز کو شمار کیا جائے جہاں سے بیرونی دنیا میں اسلام کے پھیلانے کے لئے نظام موجود ہے تو ان مراکز کی تعداد چار صد چوالیس ۴۴۴ ہے

قرآن مجید کے تراجم

(ج) المصلح موعود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی زیر نگرانی قرآن مجید کے چودہ ۱۴ دوسری زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں :-
(۱) انگریزی (۲) گورمکھی (۳) جرمن (۴) ڈچ (۵) سواحیلی (۶) طالی -
(۷) فینٹی (۸) لوگنڈا (۹) انڈونیشین (۱۰) روسی (۱۱) فرانسیسی
(۱۲) اطالوی (۱۳) پرتگالی (۱۴) ہسپانوی -

کچھ تراجم چھپ کر شائع ہو چکے ہیں اور کچھ عنقریب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر موجب ہدایت انام ہونگے -

مساجد کی تعمیر

(د) جماعت احمدیہ اپنے واجب الاطاعت اور محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی راہنمائی میں اس وقت تک بیرون ہند و پاکستان

۲۸۴

دو صد چوراسی مساجد کی تعمیر کرنے کی سعادت حاصل کر چکی ہے جن سے پانچوں وقت خدائے واحد کی کبریائی کا اعلان ہوتا ہے اور سید ولد آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پیغام آواز بلند سنایا جاتا ہے۔ ان مساجد کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں :-

انگلستان ۱ - ماریشس ۱ - امریکہ ۳ - انڈونیشیا ۳۲ - ملایا ۲ - جرمنی ۲ - غانا ۱۶۲ - نائیجیریا ۲۵ - سیرالیون ۲۵ - سیلون ۱ - بورنیو ۳ - ہالینڈ ۱ - اسرائیل ۱ - فری ٹاؤن ۱ - مشرقی افریقہ ۱۲ - میزان = ۲۸۴

بیرونی مدارس اور اخبارات

(ھ) تعلیمی و تربیتی ترقی کے لئے بیرونی ممالک میں جماعت احمدیہ کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی زیر نگرانی اکتالیس سکول اور مدارس جاری ہیں جن میں ہزاروں نونہال اسلام کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ پھر اسی طرح مختلف بیرونی ممالک میں تیرہ ۱۳ اخبارات و رسائل مختلف زبانوں میں جاری ہیں جن کے ذریعہ دور و نزدیک اسلام کا پیغام پہنچ رہا ہے۔

حضرت محمود کی آواز دنیا کے کناروں تک!

بیرونی ممالک کی تبلیغی مساعی کا اصل اندازہ وہاں جا کر ہی ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ یہ سارا کام جو دنیا بھر میں اسلام کی اشاعت کے لئے ہو رہا ہے جانتے ہو کون اسے سرانجام دے رہا ہے؟

یہ سب حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کے ایاز ہیں۔ آپ کے رُوحانی فرزند ہیں۔ یہ حضرت المصلح الموعود کے شاگرد اور آپ کے ہاتھ کے لگائے ہوئے پودے ہیں۔ یہ وہ نوجوان ہیں جنہوں نے اپنے روحانی آقا کے اشارہ پر اپنی جوانیاں دین کی خاطر قربان کر دی ہیں۔ جنہوں نے اسلام کے پھیلانے کے لئے وطن سے جُدا ہونا۔ اپنے ماں باپ اور دوسرے عزیز رشتہ داروں سے علیحدہ ہونا خندہ پیشانی سے قبول کیا ہے۔ اور سالہا سال دور دراز علاقوں میں فاقوں کی زندگی بسر کرنا بخوشی منظور کیا ہے۔ کیا اِن حالات کے جاننے والے حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کی قوتِ قدسیہ کا انکار کر سکتے ہیں؟

نئے مرکز کی شاندار تعمیر

پھر کیا یہ بات کوئی کم چھپی بات ہے کہ جب ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے وقت قوموں اور جماعتوں پر تباہی آئی ہوئی تھی اور ایک حشر کا عالم بپا تھا تو صرف ایک حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہی تھے جنہوں نے اپنی جماعت کو عورتوں اور مردوں سمیت باحفاظت اور باعزت طور پر پاکستان پہنچایا اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جماعت کا دائمی مرکز بھی محفوظ رہا اور وہاں بھی تبلیغ کا کام اسی طرح جاری رہا اور پاکستان میں بھی ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں رؤیا اور الہامات کے مطابق ایک نیا مضبوط مرکز قائم کر دیا گیا۔ ربوہ میں پندرہ مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ متعدد سکول بن گئے۔ جامعہ احمدیہ کی دلکش عمارت تیار ہوگئی۔ کالج کھل گئے۔ بیس ہزار کتابوں پر مشتمل لائبریری

قائم ہوگئی۔ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بن گیا۔ انصار اللہ۔ لجنہ اماء اللہ۔ خدام الاحمدیہ کے مراکز تعمیر ہو گئے۔ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید اور وقف جدید کے عالی شان دفاتر آباد ہو گئے۔ زنانہ و مردانہ دینی و دنیوی تعلیم کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ انتظامات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے۔ عظیم الشان ہسپتال بن گیا۔ دارالضیافت تیار ہو گیا جس میں جلسہ سالانہ اور سال بھر میں مجموعی طور پر لاکھوں آدمیوں کا کھانا تیار ہوتا ہے۔ ریل۔ تار۔ ڈاک کا انتظام ہو گیا۔ ٹیلیفون لگ گئے۔ دنیا بھر کے ممالک سے تشنگانِ روحانیت اس نئے مرکز میں آنے لگے اور ربوہ ایک رُوحانی اور علمی مرکز تسلیم کر لیا گیا۔

فسادات کے وقت خدائی تائید کا نظارہ!

اس دوران میں جب بعض دشمنانِ سلسلہ احمدیہ نے احمدیت کو مٹانے کے لئے ایک وسیع تحریک جاری کی اور ۱۹۵۲-۵۳ء کے فسادات شروع کرائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک بندے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی زبان سے اعلان کروایا کہ اللہ تعالیٰ میری تائید کے لئے دوڑا آ رہا ہے سب حالات جلد درست ہو جائیں گے۔ چنانچہ چند دنوں کے اندر اندر حالات نے ایسا پلٹا کھایا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ کے ذریعہ اپنی عجیب و غریب نصرتوں کا اظہار فرمایا۔ ہم ان آنکھوں کو کیونکر حقیقی بینا کہیں جنہیں اتنے بڑے عظیم نشانات بھی نظر نہیں آتے۔ اُن دلوں کو کس طرح بیدار کہیں جو اتنے اہم تغیرات

کے باوجود بصیرت سے محروم ہیں۔ سچ ہے فانہا لا تعمی الابصار ولٰکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

جلسہ سالانہ بھی نصرت خداوندی کا ایک نمونہ ہے!

غیر مبائعین ذرا اپنے جلسہ سالانہ کا جماعت احمدیہ کے ربوہ کے سالانہ جلسہ سے موازنہ کرکے تو دیکھیں کہ کہاں انسانی خاکوں کی ناکامی نوحہ کر رہی ہے اور کہاں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے شاندار نظارے نظر آتے ہیں۔ قادیان میں ۱۹۲۳ء میں جلسہ سالانہ پر آنے والوں کی تعداد ۲۷۲۵۶ تھی اور اب ۱۹۶۰ء میں ربوہ اور قادیان میں ۶۰۰۰۷ تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے ۲۷ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ربوہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"جب میری خلافت کا انکار کیا گیا اور منکرین خلافت قادیان چھوڑ کر لاہور آگئے تو اس وقت انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جماعت کا پچانوے فی صدی حصہ ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ایک ماہ کے اندر اندر خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا اکثر حصہ میرے ساتھ شامل ہوگیا۔ اس وقت وہ لوگ یہی جواب دیتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے جماعت کو قادیان سے محبت ہے۔ اس لئے یہ نہیں جیتا قادیان جیتی ہے خدا تعالیٰ نے ان کو اس اعتراض کا بھی جواب دینا تھا۔ اب

لاہور میں جو ان کا پینتیس ۳۵ سالہ مرکز ہے ان کا بھی جلسہ ہو رہا ہے۔ وہ ذرا ربوہ کے جلسہ کی سی شان تو دکھاویں۔ اس وادیٔ بے آب و گیاہ میں بھی لوگ جمع ہوتے ہیں یا نہیں ــــ کہاں گئی ان کی وہ دلیل کہ میں قادیان کی وجہ سے جیتا ہوں۔ اگر اُس وقت میں قادیان کی وجہ سے جیتا تھا تو اب قادیان میرے ہارنے کا بھی موجب ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ میں قادیان میں نہیں تھا۔ مجھ سے عقیدت رکھنے والے لوگ تو یہ کہہ سکتے تھے کہ میں مصیبت کی وجہ سے یہاں آگیا ہوں مگر جو مخالف تھے انہیں تو مجھے چھوڑ دینا چاہیئے تھا۔"

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ ایک واقعہ سُنایا کرتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک عورت بڑی محنتی تھی وہ سوت کاتا کرتی تھی اور جو اُجرت ملتی تھی اُس سے ایک رقم اکٹھی کرکے اُس نے سونے کے کڑے بنوائے ایک دن وہ سو رہی تھی کہ ایک چور آیا اور اُس نے اُس کے کڑے اتارنے کی کوشش کی۔ اُس نے پانچسال کی محنت کے بعد کڑے بنوائے تھے وہ اُن کی حفاظت کے لئے کچھ وقت تک چور کا مقابلہ کرتی رہی لیکن آخر چور زبردستی کڑے چھین کر بھاگ گیا۔ اُس عورت نے چور کی شکل پہچان لی۔ دیہات میں عورتوں کا یہ طریق ہوتا ہے کہ گھروں سے باہر گلیوں میں چرخہ کاتا کرتی ہیں۔ وہ بھی گلی میں بیٹھی ایک دن چرخہ کات رہی تھی کہ ایک شخص لنگوٹی پہنے گذرا۔ اُس عورت نے اُسے پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے اس کے کڑے چُرائے تھے۔ اُس نے اُسے آواز دی

اور کہا۔ ذرا بات تو سُن جاؤ۔ وہ شخص گھبرایا اور وہاں سے بھاگا۔ اُس عورت نے کہا۔ میں کسی کو بھید نہیں بتاؤں گی صرف میری ایک بات سُن لو۔ جب اُس نے یہ سمجھا کہ یہ عورت جو کچھ کہہ رہی ہے سنجیدگی سے کہہ رہی ہے تو وہ واپس آیا اور اُس نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے۔ اُس عورت نے کہا۔ دیکھو حلال اور حرام میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ مجھے سونے کے کڑے پہننے کا شوق تھا۔ میں نے پانچسال کی محنت کے بعد کڑے بنوائے مگر وہ تو لے گیا۔ میں نے پھر محنت کی اور کڑے بنوالیے۔ چنانچہ دیکھ لو میرے پاس اب بھی کڑے موجود ہیں لیکن تیری وہی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے۔ میں بھی اِن لوگوں کو یہی جواب دیتا ہوں کہ میرے پاس کڑے اب بھی موجود ہیں لیکن تمہاری وہی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے۔ بہرحال یہ خدا تعالیٰ کی سکیم تھی اور خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ قادیان سے باہر رہ کر بھی احمدیت ترقی کر سکتی ہے۔"

جماعت کی مالی قربانیوں پر ایک دشمنِ سلسلہ کی گواہی!

ہم اس جگہ تک پہنچ کر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے زیرِ قیادت جماعتِ احمدیہ کی مالی قربانیوں اور سلسلہ کے بجٹ آمد و خرچ کا ذکر کرنے والے تھے کہ ابھی ڈاک میں سلسلہ کے ایک مخالف ہفت روزہ اخبار "المنبر" لائلپور (مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۶۱ء) کا تازہ نمبر آگیا۔ اُس میں "کچھ سوچئے تو سہی" کے زیرِ عنوان ایڈیٹر کا جو مقالہ شائع ہوا ہے اُس میں سے ذیل کی سطور

بالتفصیل ما شہدت بہ الاعداء کے مطابق غیر مبایعین کے لئے سامانِ عبرت ہیں۔

ایڈیٹر "المنبر" لکھتے ہیں:۔

"(الف) تحریک جدید نام ہے ایک منظم جدوجہد کا جو آج سے ۲۸ سال پہلے مرزا محمود احمد صاحب نے قادیان سے شروع کی تھی۔ اِس تحریک کے پہلے سال پنجاب میں تین اہم مراکز قائم کئے تھے جن میں قادیانی وکلاء، ڈاکٹر، علماء، طبیب اور عام کاروباری حضرات ہفتے اور مہینے وقف کر کے مسلمانوں کو قادیانی بنانے کے لئے سرتوڑ کوشش کیا کرتے تھے۔ یہ تحریک ابتداءً ایک محدود مدت کے لئے شروع ہوئی تھی۔ جب اُس کے ۱۹ برس ختم ہو گئے تو مرزا محمود صاحب نے اعلان کر دیا کہ اب یہ تحریک دائمی ہوگی چنانچہ اب اٹھائیسویں برس کا افتتاح ربوہ میں جماعتِ انصار اللہ کے اجتماع میں کیا گیا ہے اِس تحریک کے تحت پاکستان۔ ہندوستان۔ جرمنی۔ افریقہ اور دوسرے مسلم و غیر مسلم ممالک میں قادیانی مراکز قائم ہیں اور وہ رات دن اِس کوشش میں مصروف ہیں کہ عیسائیوں، مسلمانوں اور دوسری اقوام کو قادیانی (یعنی سچے مسلمان۔ ناقل) بنائیں۔ یہ لوگ اسی کام کے لئے زندگیاں وقف کرتے ہیں۔ اپنی اولادیں وقف کرتے ہیں۔ کتابیں چھاپتے ہیں۔ ٹریکٹ شائع کرتے ہیں۔ جلسے کرتے ہیں۔ قریہ قریہ بستی بستی گھوم پھر کر قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ہمیں ذاتی طور پر علم ہے کہ ۱۹۵۳ء میں جب ہائیکورٹ میں پنجاب کے فسادات کی انکوائری ہو رہی تھی

تو مسلمان جماعتیں اور افراد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت ثابت کرنے کیلئے مرزا غلام احمد صاحب کی کتابوں اور خلیفہ محمود احمد صاحب کی تحریروں سے قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت ہونے کے ثبوت پیش کر رہے تھے ۔ اور ٹھیک انہی دنوں قادیانی جماعت کے ذمہ دار حضرات نے ہائیکورٹ اور انکوائری عدالت کے سربراہ جسٹس محمد منیر صاحب اور اس وقت کے گورنر جنرل مسٹر غلام محمد مرحوم کی خدمت میں قرآن مجید کا جرمنی یا ڈچ ترجمہ پیش کیا تھا جو اُس زمانہ میں شائع ہوا تھا اور اس بنا پر مسٹر محمد منیر صاحب بار بار مسلمانوں کے نمائندوں سے سوال کیا کرتے تھے کہ آپ لوگوں نے قرآن مجید کے کتنے تراجم غیر ملکی زبانوں میں کئے ہیں اور آپ کا نظم غیر مسلم اقوام کو اسلام سے آشنا کرنے کے لئے کیا کچھ کر رہا ہے!"

(ب) "کیا اس سچی حقیقت کا انکار ممکن ہے کہ قادیانی جماعت کا بجٹ لاکھوں کا ہوتا ہے اور ابھی جو آپ نے ملاحظہ کیا کہ ربوہ میں انصار اللہ کے اجتماع میں چند گھنٹوں میں ۱۹۱۸ ۸ کی خطیر رقم کے وعدے ہوئے ہے ۔ اور یہ ساری رقم صرف ہوگی عیسائیوں اور مسلمانوں کو قادیانی (یعنی مسلمان ۔ ناقل) بنانے پر ۔ اس کے مقابل سوچئے کہ آپ کے ہاں کونسا ایسا نظم قائم ہے جس میں ایک دو لاکھ روپیہ ہی سہی سالانہ تبلیغ اور دعوتِ اسلام کے لئے اکٹھا ہوتا ہو اور آپ کے مبلغ بھی غیر مسلم ممالک میں جاتے ہوں؟"

(ج) "یہ واضح ہے کہ یہ بجٹ صرف تحریک جدید کا ہے ۔

قادیانیوں کی مرکزی جماعت کا بجٹ تقریباً ۲۵ لاکھ روپے کا ہوتا ہے ۔" ("المنبر" لائلپور ۲۳ نومبر ۱۹۵۶ء)

کیا ہم امید رکھیں کہ غیر مبائعین کم از کم اتنی بصیرت ضرور پیدا کر لینگے جتنی بعض سمجھدار غیر احمدی علماء میں بھی ہے تا انہیں نظر آ جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ کے ہاتھوں جماعت احمدیہ کو جو ترقی بخشی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت کا نشان ہے اس سے آپ کی سچائی بھی روز روشن کی طرح ثابت ہے اور دشمنوں کے اعتراضات بھی ہباءً منثوراً ہو جاتے ہیں ؎

صفت میں ملزم خدا کے مت ہو اسے منکرو!
یہ خدا کا ہے نہ ہے یہ مفتری کا کاروبار
یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکّاروں کا کار

جماعتِ احمدیہ میں نگران بورڈ

غیر مبائعین کو نظر آتا ہے کہ سلسلہ کے سارے کام باحسن وجوہ جاری ہیں بلکہ روز بروز ترقی کر رہے ہیں اور جماعت کا قدم ہر روز آگے ہی بڑھ رہا ہے تو وہ حیران ہو کر سوچتے ہیں کہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کی بیماری کے باوجود یہ کیا بات ہو رہی ہے؟ ہم کس بات پر اعتراض کریں؟ آخر سوچتے سوچتے انہیں نگران بورڈ

کا مسئلہ سمجھ آگیا ۔ انہوں نے جھٹ اعتراض کر دیا کہ جماعت احمدیہ
کی مجلس شوریٰ میں نگران بورڈ مقرر کرنے کا فیصلہ بتلاتا ہے کہ اب
نعوذ باللہ خلیفۃ المسیح معزول ہو چکے ہیں ۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

مدیر پیغام اور دوسرے بدخواہان سلسلۂ احمدیہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ نگران بورڈ تو جماعت کے بڑھتے ہوئے کام کی نگرانی اور صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے انتظامی امور میں بہتر رابطہ بڑھانے کیلئے ہے ۔ اور اسی نوعیت کے بورڈ تحقیقاتی کمشن کے نام سے مجلس شوریٰ کی تجویز پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی قادیان میں بھی مقرر کرتے رہے ہیں ۔ اب بھی اس نگران بورڈ کی منظوری مجلس شوریٰ کی تجویز اور درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے عطا فرمائی ہے اور یہ بورڈ اپنے کام میں عندالضرورت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ سے بدستور ہدایات حاصل کرتا رہتا ہے ۔ بلاشبہ یہ درست ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی بیماری کے باعث ہر مخلص احمدی یہ چاہتا ہے حضور کو زیادہ سے زیادہ آرام اور پورا سکون ملنا چاہیئے اس لئے آپ پر کام کا بوجھ نہیں ہونا چاہیئے ۔ یہی ڈاکٹری مشورہ ہے ۔ اس لئے جماعت کے ذمہ دار نمائندے سلسلہ کے کام بہتر سے بہتر بنانے کے لئے تدابیر اختیار کرتے ہیں ۔ ان میں سے ایک نگران بورڈ کا قیام ہے ۔ ایسے امور کو خلافت کے تعطل یا عزل سے تعبیر کرنا اگر اپنی

بے شعوری اور کینہ پروری کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے ؟

غیر مبایعین کے خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہونگے

غیر مبایعین آجکل کچھ اسی طرح کے خواب دیکھ رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ اپنے محوری نکتہ خلافت سے الگ ہو کر گویا اُن کی طرح تتر بتر ہو جائے گی ۔ مدیر پیغام صلح نے اپنے افتتاحیہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے ۔ اُن کے یہ خواب آج پہلی مرتبہ انہیں دکھائی نہیں دے رہے بلکہ خلافت ثانیہ کے قریباً نصف صدی کے لمبے عرصہ میں بارہا وہ ایسے شرمندۂ تعبیر نہ ہونے والے خواب دیکھتے رہے ہیں اور پھر ہمیشہ کفِ افسوس ملتے رہے ہیں ۔ ہاں ایسے خوابوں کا ایک اثر ضرور ہوجاتا ہے اور وہ یہ کہ اخبار پیغام صلح جسے حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ "پیغام جنگ" قرار دیا کرتے تھے کے مقالات میں خاصی درشتی پیدا ہو جاتی ہے اور غیر مبایع اصحاب کی زبانیں عام طور پر قرآنی بیان سلقوکم بالسنۃ حداد کا نظارہ پیش کرنے لگ جاتی ہیں ۔

۱۹۲۴ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کانفرنس مذاہب لنڈن میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے تھے تب بھی اسی قسم کا سودائے خام غیر مبایعین کے سروں پر سوار ہوا تھا ۔ حضور نے سفر سے ہی انہیں نظم میں یوں خطاب فرمایا تھا ؎

حق تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں میں یاد رہے
وہ بچائے گا مجھے سارے خطا گیروں سے

میری غیبت میں لگا لو جو لگانا ہے زور
تیر بھی پھینکو کرو حملے بھی شمشیروں سے
پھیر لو جتنی جماعت ہے مری بیعت میں
باندھ لو ساروں کو تم مکر کی زنجیروں سے
پھر بھی مغلوب رہو گے مرے تا یوم البعث
ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے
ماننے والے مرے بڑھ کے رہینگے تم سے
یہ قضا وہ ہے نہ بدلیگی جو تدبیروں سے
(الفضل ۲۰ ستمبر ۱۹۲۴ء)

آجکل بھی غیر مبایعین پھر پرانی خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ انکا گمان ہے کہ اب جماعت احمدیہ اپنے اس خلیفہ سے برگشتہ ہو جائیگی جس نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے جماعت کی شیرازہ بندی کی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے غیر معمولی اور ہمہ گیر نشانات ظاہر ہوئے۔ جس کی قوتِ قدسیہ سے جماعت کے افراد میں ایک روحانی زندگی اور راہِ خدا میں قربانی و ایثار کا غیر معمولی جذبہ پیدا ہوا ہے۔ مگر غیر مبایعین کا یہ گمان باطل ہے اور اُن کی یہ تمنائیں محض سراب ثابت ہونگی۔ جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک مضبوط چٹان کی طرح قائم ہے اور الٰہی تائید و نصرت ہر آن اس کے شاملِ حال ہے۔ غلبہ اہل حق کو ہی ہوگا اور باطل کے حامی ناکام رہیں گے۔ یہ ایک دَورِ ابتلاء ہے۔

جو انشاء اللہ گذر جائیگا اور اس کے بہترین ثمرات سے جماعت متمتع ہوگی۔ اور الٰہی نوشتے پورے ہونگے۔ غیر مبایعین کے حصے میں حسرت و نامرادی کے سوا کچھ نہ ہوگا ؎

جیتیں گے صادق آخر حق کا مزا یہی ہے!

بارگاہ ربّ العزت میں عاجزانہ دُعا

بالآخر ہم اپنے ارحم الراحمین اور سچّے وعدوں والے خدا کے آستانہ پر سربسجود ہیں کہ وہ اپنے فضل سے جماعتِ احمدیہ کی ترقی کے زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد سامان پیدا فرمائے۔ ہمارے پیارے امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ کو کامل شفا بخشے اور ہمیشہ آپ کی غیر معمولی تائید و نصرت فرمائے۔ اور ہم سب افرادِ جماعت کو خواہ مرد ہوں خواہ عورتیں جوان ہوں یا بوڑھے یا بچے سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور روحانی زندگی عطا فرمائے اور خدمتِ دین کی بہترین اور مقبول توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ دعائیہ کلمات کا اعادہ یہاں پر بابرکت ہے۔ حضور بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کرتے ہیں:۔

یہ تینوں جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں

تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا
دن ہوں مُرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تُو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہونگے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تُو نے بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار خادم

ابوالعطاء جالندہری

۲۰ 11/41

مہتمم نشر و اشاعت نظارت اصلاح و ارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ

(ضیاء الاسلام پریس ربوہ)